توریت اور انجیلِ شریف

کی

صحت

بخت اللہ خان

چشمہ میڈیا

اول ______________ بار

۲۰۱۷ء

tauret aur injeel e shareef kee sihhat
by Bakhtullah Khan

© 2017 Chashma Media. This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NoDerivatives 4.0 International License.

Bible quotations are from UGV.
Editing, design and layout by
Chashma Media,
www.chashmamedia.org

فہرستِ مضامین

1 کلام: سچے ایمان کی کسوٹی 5

2 کلام کی تحریف ناممکن 7

تحریفِ لفظی کا الزام شروع سے نہیں لگایا گیا 7

لاتعداد قدیم قلمی نسخوں کا اتفاق 9

ناقابلِ معتبر نقادوں کی آرا نامنظور 9

کلام میں اسلامی تعلیم کہیں موجود نہیں 10

المسیح خود کلامِ خدا ہے 11

پاک نوشتے کلامِ خدا کی گواہی دیتے ہیں 13

3 کلام کی تنسیخ ناممکن 15

مسیح سے موسوی شریعت منسوخ نہ ہوا 15

مسیح میں عارضی احکام کا اختتام 16

محبت کا حکم نامنسوخ 18

محبت کی راہ پر کس طرح چلنا ہے؟ 20

روح القدس کی مدد 22

تثلیث کا بھید 23

کلام منسوخ نہیں ہو سکتا 24

عزیز قاری ! مغربی ممالک میں بہت سی باتیں قابلِ مذمت ہیں۔ لوگ مغرب سے آنے والی فلمیں دیکھتے ہوئے کانوں کو ہاتھ لگا کر کہتے ہیں کہ خدا ہمیں ایسی چیزوں سے بچائے رکھے۔ علاوہ ازیں ٹی وی بہت سی مغربی قوموں کا ایسا طرزِ زندگی دکھاتا رہتا ہے کہ جس پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں اور جو سراسر خود غرضی اور انا پرستی کا مظہر ہے۔ اخلاقی اقدار بالکل ڈھیلی ڈھالی ہیں۔ اِس طرح لوگوں کے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ مغرب اخلاقی اور دینی لحاظ سے تنزل کا شکار اور زوال پذیر ہے۔ افسوس کہ مغرب کی اِس تصویر کو عیسائی ایمان کی تصویر سمجھا جاتا ہے اور پھر لوگ یہی فرض کر لینے کے خطرے میں پڑ جاتے ہیں کہ یہ ناپسندیدہ عناصر عیسائی ایمان کی پیداوار ہیں۔ لیکن ایسا خیال بڑی بے انصافی کا حامل ہے۔ اگر اسلامی ممالک میں پائی جانے والی معاشرتی بُرائیوں کو اسلام کے مترادف قرار دے دیا جائے تو ویسی ہی بے انصافی ہو گی۔

تو پھر ہم کس طرح فیصلہ کر سکتے ہیں کہ حقیقی اور سچا عیسائی ایمان کیا ہے؟ کیا کوئی کسوٹی، کوئی معیار ہے جو ہمیں یہ فیصلہ کرنے میں مدد دے سکے؟

1

کلام: سچے ایمان کی کسوٹی

ذرا تصور کریں کہ چاروں طرف تاریکی چھائی ہوئی ہے۔ اِس تاریکی میں ایک الاؤ روشن ہے۔ الاؤ کی جھلسا دینے والی تیز گرمی کے باعث کوئی نزدیک جانے کی جرات نہیں کرتا کہ مبادا جل جائے۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد الاؤ سے چنگاریاں اُڑتی ہیں۔ اُڑ کر آگ سے دُور دُور پہنچتی اور تاریکی میں روشنی پھیلاتی ہیں۔ پھر زمین پر آ گرتی ہیں۔ کبھی کبھی وہ سوکھی گھاس یا سوکھے جھاڑ جھنکاڑ پر جا گرتی ہیں تو اُن میں آگ بھڑک اُٹھتی ہے۔ پھر ایک اور آگ یا الاؤ جلنے لگتا ہے۔

توارات اور اِنجیلِ شریف گویا اُن ہی چنگاریوں کا ریکارڈ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات کی بھڑکتی ہوئی پاکیزگی سے صادر ہوئیں۔ وہ سطحِ زمین پر آ گریں اور خدا کے پیغام رسانوں کے دلوں میں جلنے لگیں۔ اِس تجربے سے وہ سخت حیرت زدہ ہوئے۔ اُن کے دل اور دماغ چھلک اُٹھے اور اُن کی زبانیں کھل گئیں تاکہ اُس پیغام کا اعلان کریں جو اُن کو ملا ہے۔ پاک نوشتے ایسے ہی الٰہی مکاشفات پر مشتمل ہیں۔

چنانچہ صرف توریت اور اِنجیلِ شریف کی تعلیمات ہی فیصلہ کر سکتی ہیں کہ حقیقی عیسائی ایمان کیا ہے۔ آیئے ایک مثال پر غور کریں۔ فرض کریں کہ ایک آدمی خود کو عیسائی کہتا ہے۔ وہ چوری کرتے ہوئے پکڑا جاتا ہے۔ کیا اِس بات سے عیسائی دین

کو غلط ٹھہرانا مناسب ہو گا؟ ہرگزنہیں ! صرف اُس شخص کا اپنا ایمان غلط ٹھہرے گا، کیونکہ توراتتو واضح طور پر فرماتی ہے کہ چوری کرنا منع ہے۔

2

کلام کی تحریف ناممکن

توارات اور اِنجیلِ شریف کی صحت کے خلاف عموماً دو اعتراضات پیش کئے جاتے ہیں۔ ایک تو کہا جاتا ہے کہ اُن میں تحریف یعنی رد و بدل ہوا ہے۔ ایسے لوگوں کے نزدیک اہلِ کتاب نے اصل تعلیمات چھپانے کے لئے اپنے نوشتوں کو توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے۔ دوسرے، اِس خیال کا اظہار کیا جاتا ہے کہ قرآن مجید نے اِنجیلِ شریف کو منسوخ کر دیا ہے۔

تحریفِ لفظی کا الزام شروع سے نہیں لگایا گیا

اگر تحریف کوئی مستند دلیل ہوتی تو اسلام کے شروع ہی سے اس کا وسیع پیمانے پر ذکر ہوتا۔ لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ تحریفِ لفظی کے واضح الزامات اُن کتابوں میں ہی ملتے ہیں جو 1000ء کے بعد لکھی گئیں۔

نویں صدی کے تین نامور مصنفوں سے عیسائی مذہب کے خلاف کتابیں قلم بند ہوئیں یعنی علی بن ربّن الطبری،[1] القاسم بن ابراہیم الحسنی،[2] اور عمر بن بحر الجاحظ[3] سے۔ لیکن تینوں صرف تحریفِ معنوی کا ذکر کرتے ہیں۔ تحریفِ معنوی سے کیا مراد ہے؟ اِس سے وہ فرمانا چاہتے تھے کہ متن کے معنوں کو بدل دیا گیا یعنی متن کو غلط رنگ میں پیش کیا گیا ہے۔ غور کریں کہ اُن کی کتابیں عیسائیوں کے دعوؤں کو جھٹلانے کے لئے لکھی گئی ہیں۔ دوسرے مصنفین پر بھی یہی بات صادق آتی ہے۔ کوئی نہیں تحریفِ لفظی کا الزام لگاتا ہے۔[4]

تحریفِ لفظی کے بارے میں پہلا واضح حوالہ 1000ء کے بعد کے مسلم مصنفین کی تحریروں میں ہی ملتا ہے۔ اُن کا مشہور نمائندہ اندلس کا ابن حزم ہے۔[5] تحریفِ لفظی سے کیا مراد ہے؟ اِس میں فرض کر لیا جاتا ہے کہ نہ صرف مطلب بلکہ متن بھی بگاڑا گیا ہے۔

> **حاصلِ کلام:** آمدِ اسلام کے چار سو سال بعد ہی لوگ تورات اور اِنجیلِ شریف پر تحریفِ لفظی کا الزام لگانے لگے۔ مراد یہ ہے کہ اپنے سنہری دور میں مسلمانوں نے عیسائیوں پر یہ الزام نہ لگایا۔ تو کیا یہ جائز ہے کہ موجودہ زمانے میں یہ اعتراض اُٹھایا جائے؟

---

1 کتاب الدّین والدّولہ
2 الرّد علی النّصاریٰ
3 رسالہ فی الرّد علی النّصاریٰ
4 مثلاً الانباری، الماتریدی، حسن بن ایوب، الباقلانی، الہمذانی وغیرہ۔
5 کتاب الفصل فی الملل والاھواء والنحل

لاتعداد قدیم قلمی نسخوں کا اتفاق

ایک عام خیال یہ ہے کہ چونکہ بعض مقامات پر پاک نوشتوں کے مختلف مسودوں میں قدرے اختلافات نظر آتے ہیں اِس لئے اہلِ کتاب نے توریت اور اِنجیلِ شریف کے متن میں لازماً دست اندازی کی ہے۔

لیکن ذرا سوچ لیں۔ یہ نسخے کئی ممالک میں بکھرے پڑے تھے۔ کون اِن سب کو تبدیل کر سکتا تھا؟ نیز، تورات اور اِنجیلِ شریف کے ہزاروں قدیم مسودوں پر بڑی عرق ریزی، باریک بینی اور احتیاط سے تحقیق کی گئی ہے۔ اِس تحقیق کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ اِن مسودوں کی اکثریت بالکل قابلِ اعتماد ہے۔ اِن میں اختلافات نہایت معمولی نوعیت کے ہیں۔ علاوہ ازیں اِن مسودوں کا بڑی احتیاط سے مقابلہ کرنے سے علما کتابت کی اِن معمولی غلطیوں کو بہت حد تک دُور کرنے کے قابل ہو گئے ہیں۔ باقی جو رہ گئی ہیں وہ اِتنی معمولی ہیں کہ توریت اور اِنجیلِ شریف کی تعلیمات پر بالکل اثر انداز نہیں ہو سکتیں۔ اِس لئے اُن کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔[1]

ناقابلِ معتبر نقادوں کی آرا نامنظور

یہ عام رواج ہو گیا ہے کہ پاک نوشتوں کا تنقیدی جائزہ لینے والے آزاد خیال عیسائی علما کی آرا کو تحریف کے ثبوت کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ دلیل یہ دی جاتی ہے کہ جب عیسائی علما بھی کہتے ہیں کہ کلام کے متن میں غلطیاں اور تضادات موجود ہیں تو اِس سے یہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ اِس میں رد و بدل ہو گیا ہے۔ لیکن بنیادی سطح پر یہ دلیل بہت آسانی سے رد ہو جاتی ہے۔ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے کوئی غیر مسلم سلمان رشدی یا کسی آزاد خیال مسلمان مصنف کے حوالے سے کہے کہ اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن شریف میں تحریف ہو چکی ہے۔

[1] دیکھئے صحتِ کتبِ مقدسہ صفحہ 30 تا 44۔

کلام میں اسلامی تعلیم کہیں موجود نہیں

تحریف کے الزام کے پیچھے کیا خیال ہے؟ خیال یہ ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے جان بوجھ کر مقدّس متن کو بدل ڈالا تاکہ اسلام کی اُن تعلیمات کو چھپا دیا جائے جو شروع سے کلام کے اندر موجود تھیں۔ معترضین کا کہنا ہے کہ اہلِ کتاب صرف تحریف کرکے ہی اپنی غلط تعلیمات کو قائم رکھ سکتے تھے۔ دوسرے لفظوں میں تحریف کے نظریے کا مقصد یہ ہے کہ کلام کو غیر معتبر ٹھہرا کر اُس دعویٰ کے لئے راستہ کھول دے کہ اصل متن میں اسلامی تعلیمات پائی جاتی تھیں۔ ہاں، کچھ کا دعویٰ ہے کہ آج تک پاک نوشتوں میں اسلامی جوہر یا مغز چھپا ہوا ہے مثلاً کلمہ، اسلام کی آمد کے بارے میں پیش گوئیاں وغیرہ۔

لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی تعلیمات کا جوہر یا مغز کلام میں کہیں سے اخذ نہیں ہوتا۔ یہ ایسا ہی ہے کہ مغز کی تلاش میں پیاز کو چھیلتے جائیں۔ اِسے کاٹتے جائیں اور چھیلتے جائیں تو مغز کی صورت میں کیا ملتا ہے؟ کچھ بھی نہیں! اِس کے برعکس کلام کی تعلیمات ایک کُل پر مشتمل ہیں جسے تقسیم نہیں کیا جا سکتا اور جس کا اسلامی تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں۔ اگرچہ چند ایک نکات میں سطحی مشابہت ضرور نظر آتی ہے۔

مثال کے طور پر المسیح کی تصلیب ہی کو لیجئے۔ مغربی مورخین میں سے کڑی سے کڑی تنقید کرنے والا بھی المسیح کی مصلوبیت سے انکار نہیں کرتا۔ اِنجیلِ شریف میں تصلیب کے بارے میں بکثرت حوالے موجود ہیں جو کہ بہت واضح ہیں۔ چونکہ یہ حوالے کلام کے مختلف نوشتوں میں ملتے ہیں جو مختلف افراد نے مختلف اوقات میں لکھے، اِس لئے سب کے سب حوالوں کو اِتنی عمدگی سے تبدیل کرنا ممکن ہی نہ تھا کہ ان میں کہیں کوئی تضاد باقی نہ رہے۔

کئی دفعہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ توریت اور اِنجیلِ شریف نے اسلام کی آمد کی پیش گوئیاں کی ہیں۔ لیکن آج تک یہ بات ثابت نہیں کی جا سکی۔ جب بھی سیاق و سباق

کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ یہ پیش گوئی کسی اَور شخص یا واقعہ کے بارے میں ہے۔ مثلاً دعویٰ کیا جاتا ہے کہ یوحنا 16: 12- 15 پیغمبرِ اسلام کی پیش خبری ہے۔ لیکن اگر اِن آیات کے سیاق و سباق کا بغور جائزہ لیا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ یہ روح القدس کے آنے کا بیان کرتی ہیں۔[1]

المسیح خود کلامِ خدا ہے

یوحنا رسول فرماتے ہیں،

> کلام انسان بن کر ہمارے درمیان رہائش پذیر ہوا۔ (یوحنا 1:14)

اِس آیت کا کیا مطلب ہے؟ کلام بھلا کیسے انسان بن سکتا ہے؟ کلام تو کلام ہی ہوتا ہے۔ ممکن ہے یہ اعلیٰ درجے کا نوشتہ ہو جس میں الٰہی خیالات قلم بند ہوں۔ ہو سکتا ہے یہ دنیا کا بہترین کلام ہو۔ لیکن رہے گا کلام ہی—ایک بے جان چیز۔ چنانچہ کلام جان دار شے بھلا کیسے بن سکتا ہے؟

سیاق و سباق پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ کلام سے مراد عیسیٰ المسیح ہے۔ یعنی المسیح میں خدا کا ازلی کلام انسان بن گیا۔ اِسے سمجھنے میں کچھ اُلجھن پیدا ہو سکتی ہے، اور کیوں نہ ہو؟ جب انسان خدا کی ذات کے بھید کا کھوج لگانے لگتا ہے تو اُس کا ناتواں دماغ چکرانے لگتا ہے۔ اِس تصور کو بہتر طور سے سمجھنے کے لئے آیئے ہم ایک مثال پر توجہ دیں۔

ایک بیج اپنے آپ میں بے جان دکھائی دیتا ہے۔ لیکن بیج کے اندر پودے کی تمام صفات موجود ہیں۔ جب ہم اِسے زرخیز زمین میں بو دیتے ہیں تو کیا ہوتا ہے؟ شروع میں تو لگتا ہے جیسے کچھ نہیں ہو رہا ۔ پھر آہستہ آہستہ بیج کی شکل و صورت بدلتی ہے۔ ایک کونپل پھوٹ نکلتی ہے جو دھوپ کی طرف بڑھنا شروع کر دیتی ہے۔

---

[1] ملاحظہ فرمائیں فارقلیط از وکلف اے۔ سنگھ۔

جڑیں بڑھنے لگتی ہیں جو مٹی سے نمی اور خوراک کھینچتی ہیں۔ بالآخر بیج دکھائی بھی نہیں دیتا بلکہ ایک سر سبز و شاداب پودا آنکھوں کو فرحت پہنچانے لگتا ہے۔ اُس پر پھول آتے ہیں اور پھر اُس کا لذیذ پھل دیکھ کر منہ میں پانی بھر آتا ہے۔ بیج تو مر گیا مگر اِس کے وسیلے سے زندگی کی ایک حیرت انگیز شکل پیدا ہو گئی۔ جو چیز کسی وقت بے جان دکھائی دیتی تھی اب اُس کی اپنی اصل ماہیت عملی طور سے دکھائی دینے لگی ہے۔

کلامِ خدا یعنی المسیح کس طرح انسان بن کر ہمارے درمیان رہائش پذیر ہوا؟ بیج کی طرح وہ زمین کی تاریکی میں لگایا گیا اور اُس کے ساتھ ایک ہو گیا۔ مر کر اُس نے نئی زندگی پیدا کی یعنی وہ ابدی زندگی جسے ہر وہ شخص حاصل کرتا ہے جو المسیح پر ایمان لے آتا ہے۔ المسیح کے بارے میں پاک نوشتوں کی مندرجۂ ذیل عبارت کا یہی مطلب ہے،

> وہ جو اللہ کی صورت پر تھا نہیں سمجھتا تھا کہ میرا اللہ کے برابر ہونا کوئی ایسی چیز ہے جس کے ساتھ زبردستی چمٹے رہنے کی ضرورت ہے۔ نہیں، اُس نے اپنے آپ کو اِس سے محروم کر کے غلام کی صورت اپنائی اور انسانوں کی مانند بن گیا۔ شکل و صورت میں وہ انسان پایا گیا۔ اُس نے اپنے آپ کو پست کر دیا اور موت تک تابع رہا ، بلکہ صلیبی موت تک۔ (فلپّیوں 2:6-8)

کلامِ خدا نے المسیح میں انسانی ذات کے ساتھ ایک ہو کر موت کی سلطنت میں داخل ہونے کا تاریک اور درد ناک سفر شروع کر دیا۔ کلامِ خدا کا الٰہی بیج انسان کی تاریک اور فانی زمین میں دبا دیا گیا یہاں تک کہ اُس نے صلیب پر جان دے دی۔ کیا یہی اخیر یا خاتمہ تھا؟ ظاہری طور سے تو ضرور۔ لیکن موت کی سلطنت کے اندر زندگی دینے کا عمل پہلے ہی شروع کیا جا چکا تھا۔ مر کر بیج نے نئی زندگی

پیدا کر دی۔ یہ نئی زندگی گناہ میں گرے ہوئے انسان کی کمزور زندگی سے بالکل فرق ہے، کیونکہ اِس کا مصدر خدا ہی ہے۔ یہ زندگی دائمی زندگی کے چشمے سے ہمیشہ جاری رہتی ہے۔ یہ زندگی ہر اُس شخص کو عطا ہوتی ہے جو اپنی زندگی المسیح کے سپرد کر دیتا ہے۔

اِس سے ہم اِنجیلِ شریف کی ماہیت کے بارے میں کیا نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں؟ اگر المسیح فی الحقیقت خدا کا کلام ہے تو پاک نوشتوں کا کردار کیا ہے؟ کیا وہ بھی خدا سے نازل ہوئے ہے؟ اُن کی کیا اہمیت ہے؟

پاک نوشتے کلامِ خدا کی گواہی دیتے ہیں

پاک نوشتوں کی اہمیت اِس میں ہے کہ یہ کلامِ خدا یعنی المسیح کی گواہی دیتے ہیں۔ اِن کا واحد مقصد ظلم سے بھری ہوئی دنیا میں خدا کی نجات کی گواہی دینا ہے جیسا کہ پولس رسول اپنے شاگرد تیمُتھیُس سے فرماتا ہے،

> اور آپ بچپن سے مقدّس صحیفوں سے واقف ہیں۔ اللہ کا یہ کلام آپ کو وہ حکمت عطا کر سکتا ہے جو مسیح عیسیٰ پر ایمان لانے سے نجات تک پہنچاتی ہے۔ کیونکہ ہر پاک نوشتہ اللہ کے روح سے وجود میں آیا ہے اور تعلیم دینے، ملامت کرنے، اصلاح کرنے اور راست باز زندگی گزارنے کی تربیت دینے کے لئے مفید ہے۔ کلامِ مقدّس کا مقصد یہی ہے کہ اللہ کا بندہ ہر لحاظ سے قابل اور ہر نیک کام کے لئے تیار ہو۔ (۲۔تیمُتھیُس3:15-17)

پاک صحائف کا مکاشفہ ایک ناقابلِ یقین معجزہ ہے، کیونکہ قادرِ مطلق نے اِس میں بھی اپنے آپ کو پست کیا۔ اُس نے اپنے الٰہی خیالات نبیوں کے ذہنوں میں ڈالے، اور یوں اُن کا بیان محدود انسان کی زبان اور محاورے میں ہونے دیا۔ ہاں، اللہ

تعالیٰ نے کمزور انسانوں کے الفاظ کو استعمال کیا۔ اِس طرح وہ کئی صدیوں سے اپنے لوگوں کی راہنمائی اور اپنی مرضی اُن پر ظاہر کر رہا ہے۔

ہم پاک نوشتوں کو ایک خوب صورت تصویر سے تشبیہ دے سکتے ہیں۔ جب ہم اِس پر نگاہ ڈالتے ہیں تو بہت سی پیچیدہ اور خوب صورت تفاصیل دیکھ سکتے ہیں۔ اِن تفاصیل میں ہمیں کئی بار کوئی خاص مفہوم دکھائی نہیں دیتا۔ لیکن جب اِن تفاصیل کو ایک ساتھ دیکھتے ہیں تو ہمیں کلامِ خدا المسیح کی لاثانی صورت نظر آتی ہے۔

3

توراتاور اِنجیلِ شریف کی تنسیخ ناممکن

اکثر کہا جاتا ہے کہ جس طرح اِنجیلِ شریف نے توریت کو منسوخ کیا ہے اُسی طرح قرآن مجید نے اِنجیلِ شریف کو منسوخ کر دیا ہے۔ لیکن تنسیخ کے قواعد کی رو سے صرف احکام ہی ایک دوسرے کو منسوخ کر سکتے ہیں۔ اِس اصول کے مطابق کلام میں مذکور مقولے، واقعات اور نظمیں منسوخ نہیں ہو سکتیں۔

آیئے اِس دعوے کا جائزہ لیں کہ آیا قرآنی احکام نے اِنجیل کے احکام کو منسوخ کر دیا ہے کہ نہیں۔

مسیح سے موسوی شریعت منسوخ نہ ہوا

المسیح پہاڑی وعظ میں فرماتے ہیں،

> یہ نہ سمجھو کہ مَیں موسوی شریعت اور نبیوں کی باتوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے نہیں بلکہ اُن کی تکمیل کرنے آیا ہوں۔ مَیں تم کو سچ بتاتا ہوں، جب تک آسمان و زمین قائم رہیں گے تب تک شریعت بھی قائم رہے گی — نہ اُس کا کوئی حرف، نہ اُس کا

> کوئی زیر یا زبر منسوخ ہو گا جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے۔ جو اِن سب سے چھوٹے احکام میں سے ایک کو بھی منسوخ کرے اور لوگوں کو ایسا کرنا سکھائے اُسے آسمان کی بادشاہی میں سب سے چھوٹا قرار دیا جائے گا۔ اِس کے مقابلے میں جو اِن احکام پر عمل کر کے اِنہیں سکھاتا ہے اُسے آسمان کی بادشاہی میں بڑا قرار دیا جائے گا۔ کیونکہ مَیں تم کو بتاتا ہوں کہ اگر تمہاری راست بازی شریعت کے علما اور فریسیوں کی راست بازی سے زیادہ نہیں تو تم آسمان کی بادشاہی میں داخل ہونے کے لائق نہیں۔ (متی 5:17-20)

یہاں صاف طور پر فرامایا گیا ہے کہ اِنجیل اور توارت کی اکائی ہے۔اِنجیل کے فرمان تورات کے فرمان منسوخ نہیں کرتے بلکہ المسیح شریعت کی تکمیل کرنے آیا۔ یہ کس طرح ؟

جو تقاضے موسوی شریعت نے کئے وہ حضرت عیسیٰ نے پورے کئے۔ وہی کامل انسان تھے۔اُن میں گناہ پایا نہیں جاتا تھا۔ نہ صرف یہ بلکہ اُنہوں نے اپنی جان قربانی کے طور پر پیش کرنے سے اپنے اوپر وہ سزا اُٹھائی جسے گناہ گار انسان کو بھگتنا تھا۔ اِس سے اُنہوں نے شریعت کی تکمیل کی۔

لیکن عیسائی تورات کے کئی ایک احکام پر عمل نہیں کرتے۔ یہ کیوں ؟

مسیح میں عارضی احکام کا اختتام

توریت کے اُن رسوماتی اور عدالتی احکام پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں جن کا تعلق خاص اسرائیل سے ہے۔ گو یہ قائم ہیں لیکن اُن کا اطلاق اسرائیل پر ہی محدود ہے۔

خدا نے یہ بات نہایت چونکا دینے والے الفاظ میں پطرس رسول کو سمجھائی،

اگلے دن پطرس دوپہر تقریباً بارہ بجے دعا کرنے کے لئے چھت پر چڑھ گیا۔ اُس وقت کُرنیلیُس کے بھیجے ہوئے آدمی یافا شہر کے قریب پہنچ گئے تھے۔ پطرس کو بھوک لگی اور وہ کچھ کھانا چاہتا تھا۔ جب اُس کے لئے کھانا تیار کیا جا رہا تھا تو وہ وجد کی حالت میں آ گیا۔ اُس نے دیکھا کہ آسمان کھل گیا ہے اور ایک چیز زمین پر اُتر رہی ہے، کتان کی بڑی چادر جیسی جو اپنے چار کونوں سے نیچے اُتاری جا رہی ہے۔ چادر میں تمام قسم کے جانور ہیں: چار پاؤں رکھنے والے، رینگنے والے اور پرندے۔ پھر ایک آواز اُس سے مخاطب ہوئی، ''اُٹھ، پطرس۔ کچھ ذبح کر کے کھا!''

پطرس نے اعتراض کیا، ''ہرگز نہیں خداوند، مَیں نے کبھی بھی حرام یا ناپاک کھانا نہیں کھایا۔''

لیکن یہ آواز دوبارہ اُس سے ہم کلام ہوئی، ''جو کچھ اللہ نے پاک کر دیا ہے اُسے ناپاک قرار نہ دے۔'' یہی کچھ تین مرتبہ ہوا، پھر چادر کو اچانک آسمان پر واپس اُٹھا لیا گیا۔ (اعمال 10:9-16)

درجِ بالا حوالے میں اللہ تعالیٰ پطرس رسول کو ہر قسم کے وہ جانور کھانے کا حکم دیتا ہے جن کو توریت نے ناپاک ٹھہرایا ہے۔ بنیادی طور پر اِس رویا کا تعلق ناپاک جانوروں کو کھانے سے نہ تھا، بلکہ خاص مقصد یہودیوں اور غیریہودیوں کے باہمی تعلق کو ظاہر کرنا تھا۔ یہودیوں کو حکم تھا کہ غیرقوموں سے کسی قسم کی رفاقت نہ رکھیں۔ چنانچہ وہ اُن سے دُور رہتے تھے اور اُن کے ساتھ کھانا تک نہیں کھاتے تھے۔ یہ حکم یسوع المسیح کی آمد تک قائم رہا، کیونکہ ہر وقت یہ خطرہ رہتا تھا کہ غیرقوموں کے ساتھ میل جول کے باعث یہودی اپنا ایمان چھوڑ بیٹھیں گے۔ انبیا اُنہیں بارہا اِس خطرے سے آگاہ کرتے آئے تھے۔

پطرس رسول کی رویا نے یہ سب کچھ بدل ڈالا۔ المسیح اپنے شاگردوں کو صاف اور واضح حکم دے چکا تھا کہ ساری دنیا میں جا کر خدا کا کلام پھیلاؤ۔ یہ رویا اِس حکم کی تصدیق کرتی ہے۔ چنانچہ اِسے دیکھتے ہی رسول کا پہلا قدم یہ تھا کہ جا کر ایک غیر یہودی خاندان کو بپتسمہ دے۔

اِس فرمان کا ایک اہم نتیجہ یہ نکلا کہ وہ تمام رسوماتی احکام جو اسرائیلی قوم پر محدود تھے عارضی ثابت ہوئے۔ اُن پر عمل کرنے کی ضرورت نہ رہی۔

محبت کا حکم نامنسوخ

تاہم توریت اور اِنجیلِ شریف کے احکام ایک غیر منقسم اکائی ہیں جس کو کبھی منسوخ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ اکائی توریت کی دو مرکزی آیات میں صاف نظر آتی ہے۔

> رب اپنے خدا سے اپنے پورے دل، اپنی پوری جان اور اپنی پوری طاقت سے پیار کرنا۔ (استثنا 5:6)

> اپنے پڑوسی سے ویسی محبت رکھنا جیسی تُو اپنے آپ سے رکھتا ہے۔ (احبار 18:19)

اب اہم بات یہ ہے کہ عیسیٰ المسیح نے خود اِن آیات کی مرکزیت کی تصدیق کی۔ ایک دن ایک یہودی عالِم نے المسیح سے پوچھا،

> ”اُستاد، شریعت میں سب سے بڑا حکم کون سا ہے؟“
>
> عیسیٰ نے جواب دیا، ”’رب اپنے خدا سے اپنے پورے دل، اپنی پوری جان اور اپنے پورے ذہن سے پیار کرنا۔‘ یہ اوّل اور سب سے بڑا حکم ہے۔ اور دوسرا حکم اِس کے برابر یہ ہے، ’اپنے پڑوسی سے ویسی محبت رکھنا جیسی تُو اپنے آپ سے رکھتا ہے۔‘ تمام شریعت

> اور نبیوں کی تعلیمات اِن دو احکام پر مبنی ہیں۔"
> (متی 22:36-40)

یہاں المسیح نے احکام کے بارے میں ایک اہم اصول بیان کیا ہے۔ تمام احکام کو خواہ وہ اِنجیل کے ہوں خواہ توریت کے، اِن دو احکام میں سمویا گیا ہے کہ خدا سے اور اپنے ہم جنس انسان سے محبت رکھو۔ دیگر تمام احکام ثانوی حیثیت کے حامل ہیں اور اِن ہی دو احکام سے صادر ہوئے ہیں۔ تورات کے رسوماتی احکام کے پیچھے بھی یہی دو احکام ہیں۔ چونکہ مسیح کے بعد اُن کی ضرورت نہ رہی اِس لئے وہ عیسائی کی زندگی میں کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔

ذرا تصور کریں کہ آم کا ایک بیج زمین میں بویا جاتا ہے۔ بہت جلد ایک سبز کونپل نکلے گی۔ وہ بڑھتی جائے گی۔ اُس کی شاخیں نکلیں گی۔ پھر اُس پر بُور آئے گا اور بالآخر وہ پھل دینے لگے گا۔ اِسی طرح توریت اور اِنجیل کے ثانوی احکام اِن دو مرکزی احکام سے نکلے ہیں۔ اِن میں بعض عارضی ہیں جو کسی خاص دور تک محدود تھے، جیسا کہ غیر یہودیوں سے میل جول نہ رکھنے کا مذکورہ حکم یا کھانے پینے کی پابندیاں۔ لیکن محبت کے یہ دونوں حکم چونکہ پاک نوشتوں کے جوہر کا حصہ ہیں اِس لئے نہ تو بدل سکتے ہیں اور نہ منسوخ ہی ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ پڑوسی سے محبت رکھنے کے حکم کے بارے میں پولس رسول فرماتا ہے کہ

> کسی کے بھی قرض دار نہ رہیں۔ صرف ایک قرض ہے جو آپ کبھی نہیں اُتار سکتے، ایک دوسرے سے محبت رکھنے کا قرض۔ یہ کرتے رہیں کیونکہ جو دوسروں سے محبت رکھتا ہے اُس نے شریعت کے تمام تقاضے پورے کئے ہیں۔ مثلاً شریعت میں لکھا ہے، "قتل نہ کرنا، زنا نہ کرنا، چوری نہ کرنا، لالچ نہ کرنا۔" اور دیگر جتنے احکام ہیں اِس ایک ہی حکم میں سمائے ہوئے ہیں کہ "اپنے پڑوسی سے ویسی

> محبت رکھنا جیسی تُو اپنے آپ سے رکھتا ہے۔" جوکسی سے محبت رکھتا ہے وہ اُس سے غلط سلوک نہیں کرتا۔ یوں محبت شریعت کے تمام تقاضے پورے کرتی ہے۔ (رومیوں13 :8-10)

اِسی طرح یوحنا رسول یاد دلاتا ہے کہ محبت کا حکم کوئی نیا حکم نہیں ہے،

> عزیزو، مَیں آپ کو کوئی نیا حکم نہیں لکھ رہا ، بلکہ وہی پرانا حکم جو آپ کو شروع سے ملا ہے۔ یہ پرانا حکم وہی پیغام ہے جو آپ نے سن لیا ہے۔ (ا۔یوحنا 2:7)

> یہی وہ پیغام ہے جو آپ نے شروع سے سن رکھا ہے، کہ ہمیں ایک دوسرے سے محبت رکھنا ہے۔ (ا۔یوحنا 3:11)

غرض یہی ہے پاک نوشتوں کی شریعت: خدا اور دیگر انسان سے محبت۔ اور یہی حکم خود المسیح سے تکمیل تک پہنچ گیا۔ الٰہی محبت کا جو پیغام توارت اور اِنجیلِ شریف میں شروع سے آخر تک ملتا ہے وہ المسیح میں عروج تک پہنچ گیا۔ اب ہمارا فرض ہے کہ محبت کی اِس راہ پر چلیں۔ کس طرح ؟

محبت کی راہ پر کس طرح چلنا ہے؟

بنیادی طور پر اِس حکم کا تعلق خدا کی ذات سے ہے۔ اِس کا سرچشمہ اُسی کی ذات ہے۔ اور چونکہ خدا محبت ہے اِس وجہ سے محبت کا حکم کبھی منسوخ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ محبت کے حکم کے باعث ایمان دار کا فرض ہے کہ بلا لحاظِ مذہب اورنسل ہر انسان کی مدد کرے۔ بے شمار عیسائی ہسپتال، صحت اور ترقی کے منصوبے اِس حقیقت کے گواہ ہیں۔

بے شک نیکی اور اچھائی کی اِس راہ کو سمجھنا تو آسان ہے، مگر اِس پر ثابت قدمی سے چلنا مشکل ہی ہے۔ کیونکہ ہر ایک سے محبت رکھنا انسانی سرشت کے خلاف ہے۔ انسان اِن دو حکموں کو کیسے پورا کر سکتا ہے؟

کلام فرماتا ہے کہ انسان اپنی طاقت سے اِس حکم کو پورا نہیں کر سکتا، کیونکہ اُس کی فطرت گناہ آلود ہے۔ وہ از حد کوشش کے باوجود ہمیشہ ناکام ہی رہے گا۔ چنانچہ پولس رسول بڑے دکھ سے بیان کرتا ہے،

> جو نیک کام مَیں کرنا چاہتا ہوں وہ نہیں کرتا بلکہ وہ بُرا کام کرتا ہوں جو کرنا نہیں چاہتا۔ اب اگر مَیں وہ کام کرتا ہوں جو مَیں نہیں کرنا چاہتا تو اِس کا مطلب ہے کہ مَیں خود نہیں کر رہا بلکہ وہ گناہ جو میرے اندر بستا ہے۔
>
> چنانچہ مجھے ایک اَور طرح کی شریعت کام کرتی ہوئی نظر آتی ہے، اور وہ یہ ہے کہ جب مَیں نیک کام کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں تو بُرائی آ موجود ہوتی ہے۔ ہاں، اپنے باطن میں تو مَیں خوشی سے اللہ کی شریعت کو مانتا ہوں۔ لیکن مجھے اپنے اعضا میں ایک اَور طرح کی شریعت دکھائی دیتی ہے، ایسی شریعت جو میری سمجھ کی شریعت کے خلاف لڑ کر مجھے گناہ کی شریعت کا قیدی بنا دیتی ہے، اُس شریعت کا جو میرے اعضا میں موجود ہے۔ ہائے، میری حالت کتنی بُری ہے! مجھے اِس بدن سے جس کا انجام موت ہے کون چھڑائے گا؟
>
> (رومیوں 7:19-24)

اِن الفاظ میں اُس مایوسی کا اظہار ہے جو انسان کو شریعت پوری کرنے کی کوشش میں پیش آتی ہے۔ تو اِس مسئلے کا حل کیا ہے؟ پولس رسول اگلے جملے میں اِس کا حل پیش کرتا ہے،

> خدا کا شکر ہے جو ہمارے خداوند عیسیٰ مسیح کے وسیلے سے یہ کام کرتا ہے۔ (رومیوں 7:25)

روح القدس کی مدد

شریعت کو پورا کرنے میں المسیح کس طرح انسان کی مدد کرتا ہے؟ یوحنا رسول بڑی تفصیل سے اِس کی وضاحت کرتا ہے،

> عزیزو، آئیں ہم ایک دوسرے سے محبت رکھیں۔ کیونکہ محبت اللہ کی طرف سے ہے، اور جو محبت رکھتا ہے وہ اللہ سے پیدا ہو کر اُس کا فرزند بن گیا ہے اور اللہ کو جانتا ہے۔ جو محبت نہیں رکھتا وہ اللہ کو نہیں جانتا، کیونکہ اللہ محبت ہے۔ اِس میں اللہ کی محبت ہمارے درمیان ظاہر ہوئی کہ اُس نے اپنے اکلوتے فرزند کو دنیا میں بھیج دیا تاکہ ہم اُس کے ذریعے جئیں۔ یہی محبت ہے، یہ نہیں کہ ہم نے اللہ سے محبت کی بلکہ یہ کہ اُس نے ہم سے محبت کر کے اپنے فرزند کو بھیج دیا تاکہ وہ ہمارے گناہوں کو مٹانے کے لئے کفارہ دے۔ (۱۔یوحنا 4:7-10)

خدا کی محبت ہی ایمان دار کے اعمال کی بنیاد ہوتی ہے۔ جس طرح سرچشمے کے بغیر چشمہ خشک ہو جاتا ہے اُسی طرح ایمان دار کی محبت خدا پر منحصر ہوتی ہے۔ یہ بات عیسائی ایمان کے تیسرے بھید یعنی روح القدس سے منسلک ہے۔ خدا کا روح ایمان دار کے دل میں داخل ہوتا ہے اور اُسے اندر سے تبدیل کرنا شروع کر دیتا ہے۔ وہ اُس کو محبت سے معمور کر دیتا ہے۔

یہ نہیں کہ اب ایمان دار کامل بن گیا ہے۔ اِس دنیا میں تو جیتے جی وہ گناہ گار ہی رہتا ہے۔ لیکن روح القدس اُس کے دل میں کام کرتے ہوئے خدا کی راہ پر آگے بڑھنے میں اُس کی مدد کرتا ہے، اُسی راہ پر جو اُسے فردوس تک پہنچاتی ہے۔

روح القدس خدا کی ذات کے بھید کا ایک جز ہے۔ اُس کی معرفت اللہ انسانوں کے دلوں میں کام کرتا اور اُن کو بدل دیتا ہے۔ اُس کے وسیلے سے خدا کی محبت ایمان داروں کے دلوں میں اُنڈیلی جاتی ہے۔ اُس کے وسیلے سے آج بھی اللہ تعالیٰ دنیا میں سرگرمِ عمل ہے۔

تثلیث کا بھید

یہ تعلیم کہ خدا ثالوث ہے اُلجھے ہوئے ذہن کے مالک علما سے نہیں نکلی بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے نجات کے اُس کام سے واضح ہوا ہے جو وہ اِس دنیا میں کرتا ہے۔ یہ اُس مکاشفے کے عین مطابق ہے جو اُس نے کلام میں عطا کیا ہے۔

تثلیث کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ تین اقنوم الگ الگ تین خدا ہیں، بلکہ اِس کا مطلب یہ ہے کہ قادرِ مطلق کی ایک ذات میں تین الگ الگ اقانیم ہیں۔

کیا یہ بات ناممکن ہے؟ ذرا غور کریں کہ کائنات میں کتنی باتیں منطقی لحاظ سے ناممکن ہیں۔ آج تک سائنس پورے طور پر نہیں سمجھ سکتی کہ روشنی کیا ہے۔ سائنس دان مختلف ماڈلوں کی مدد سے اِس کی وضاحت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن کوئی ماڈل بھی پورے طور پر واضح نہیں کر سکتا کہ روشنی کا عمل کیوں اور کیسے رونما ہوتا ہے۔ تو بھی ہر صاحبِ نظر شخص روشنی کے اثرات کو دیکھ سکتا اور اُسے اِن اثرات کا تجربہ ہوتا ہے۔ روشنی کے وسیلے سے ہم دیکھ سکتے ہیں۔ تقریباً ہر جاندار چیز کو زندہ رہنے کے لئے روشنی کی ضرورت ہوتی ہے۔

فرض کریں کہ کسی نے کبھی روشنی نہیں دیکھی۔ وہ کہتا ہے کہ روشنی منطقی طور پر ممکن ہی نہیں، کیونکہ روشنی کے جو ماڈل سائنس دان استعمال کرتے ہیں وہ آپس میں متضاد

لگتے ہیں۔ علاوہ ازیں ہم ابھی تک روشنی کی ماہیت پورے طور پر نہیں سمجھ سکتے۔ کیا اِس تنقید کرنے والے کی دلیلیں یہ ثابت کرتی ہیں کہ روشنی کا کوئی وجود نہیں ؟ ہرگز نہیں ! جس نے روشنی کا تجربہ کیا ہے وہ اِس کی دلیلوں پر ہنسے گا۔

قادرِ مطلق کی ذات پر اِس بات کا کس قدر زیادہ اطلاق ہوتا ہے۔ خدا کے بارے میں بہت سی ایسی باتیں ہیں جن کو ہم کبھی سمجھ نہیں پائیں گے۔ تثلیث کی تعلیم بھی ایک ماڈل ہے جس سے زمین پر خدا کی نجات کی سرگرمیوں کی وضاحت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ تثلیث کا عقیدہ اللہ کے بھید کی اُسی قدر وضاحت کرتا ہے جس قدر اُس نے خود کو انسان پر منکشف کیا ہے۔

لازم ہے کہ انسان اِس مقدّس بھید کے سامنے سر جھکائے اور شکر گزاری اور احترام و عقیدت کے ساتھ دل کو خدا کی طرف اُٹھائے جس نے اپنے ساتھ ہمارا میل ملاپ کرانے کے لئے سب کچھ کیا ہے۔

المسیح کے وسیلے سے انسان کو نئی زندگی ملتی ہے۔ اب وہ اپنے گناہوں کا قیدی نہیں رہتا بلکہ خدا کا فرزند اور فردوس کا وارث بن جاتا ہے۔ اِس حیثیت میں وہ خدا کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے کی کوشش کرتا ہے۔ اب وہ اپنے جذبات اور اپنی خواہشات کا غلام نہیں رہتا بلکہ آزاد ہو جاتا ہے۔ خدا کی شریعت ہی یعنی محبت کا حکم اُس کی راہنما ہوتی ہے۔ اور وہ روح القدس کی مدد سے اِس شریعت کا اطلاق اپنی زندگی کے ہر شعبے پر کرنے کو آزاد ہوتا ہے۔ اِسی وجہ سے سچے عیسائی کو کسی خاص ضابطۂ حیات کی ضرورت نہیں رہتی، کیونکہ وہ خدا کی مرضی پر چلنے کی کوشش کرتا ہے، مگر غلام کی نہیں بلکہ فرزند کی حیثیت سے۔

کلام منسوخ نہیں ہو سکتا

اب سوال یہ ہے کہ کیا اسلامی احکام نے تورات اور اِنجیلِ شریف کے احکام کو منسوخ کر دیا ہے کہ نہیں؟

ہم دیکھ چکے ہیں کہ توراتِ اور اِنجیلِ مقدّس کے بنیادی احکام خدا اور دیگر انسان سے محبت ہیں۔ اِس کے ضمن اخلاقی احکام بھی آتے ہیں۔ صرف اور صرف اسرائیل کے رسوماتی احکام عارضی تھے۔ اگر مَیں خدا اور دیگر انسان سے محبت رکھوں تو نہ دغا بازی کروں گا، نہ زنا۔ مَیں وہ کچھ کرنے کی سرتوڑ کوشش کروں گا جو خدا اور دیگر انسان کو پسند ہو۔ اِس ناتے سے محبت کا حکم سب سے سادہ مگر سب سے مشکل حکم ہے۔ پہاڑ پر ہمارے آقا کے فرمان کتنے دشوار ہیں (متی 5-7)! مثلاً

> تم نے یہ حکم سن لیا ہے کہ 'زنا نہ کرنا۔' لیکن مَیں تمہیں بتاتا ہوں، جو کسی عورت کو بُری خواہش سے دیکھتا ہے وہ اپنے دل میں اُس کے ساتھ زنا کر چکا ہے۔ اگر تیری بائیں آنکھ تجھے گناہ کرنے پر اُکسائے تو اُسے نکال کر پھینک دے۔ اِس سے پہلے کہ تیرے پورے جسم کو جہنم میں ڈالا جائے بہتر یہ ہے کہ تیرا ایک ہی عضو جاتا رہے۔ اور اگر تیرا دہنا ہاتھ تجھے گناہ کرنے پر اُکسائے تو اُسے کاٹ کر پھینک دے۔ اِس سے پہلے کہ تیرا پورا جسم جہنم میں جائے بہتر یہ ہے کہ تیرا ایک ہی عضو جاتا رہے۔ (متی 5:27-30)

یہ حکم پہاڑی وعظ کے دیگر احکام کی طرح کبھی منسوخ نہیں ہو سکتا، کیونکہ وہ اخلاقی احکام کے ضمن آ جاتا ہے۔ غور کیجئے کہ ہمارے آقا نے تورات کا یہ حکم منسوخ نہ کیا بلکہ اُسے مزید سخت کر دیا۔ دل میں زنا کرنے کا خیال ہی سزائے موت کے لائق ہے۔

سوال یہ ہے کہ اگر یہ اتنا مشکل ہے تو کیا کوئی کام یاب ہو سکتا ہے؟ پورے طور پر تو نہیں۔ لیکن جس طرح فرماں بردار بیٹا اپنے باپ کی مرضی پوری کرنے کی کوشش کرتا ہے اُسی طرح عیسیٰ کا پیروکار روح القدس کی مدد سے کوشش کرتا ہے کہ اپنے آسمانی باپ کی مرضی پوری کرے۔ بیٹے کو کسی لمبے چوڑے ضابطۂ اخلاق کی

ضرورت نہیں ہوتی۔ اپنے باپ کے ساتھ گہرے اور مضبوط تعلق کے باعث وہ اپنے دل کی گہرائیوں میں اُس کی مرضی کو جانتا ہے۔ حزقی ایل نبی کی قدیم نبوت کا یہی مطلب ہے۔ خدا نے اُس کی معرفت فرمایا،

> مَیں تمہیں نیا دل بخش کر تم میں نئی روح ڈال دوں گا۔ مَیں تمہارا سنگین دل نکال کر تمہیں گوشت پوست کا نرم دل عطا کروں گا۔ کیونکہ مَیں اپنا ہی روح تم میں ڈال کر تمہیں اِس قابل بنا دوں گا کہ تم میری ہدایات کی پیروی اور میرے احکام پر دھیان سے عمل کر سکو۔ (حزقی ایل 36:26-27)

ذرا تصور کریں کہ ایک گھر میں ایک آدمی اور اُس کا نوکر قیام پذیر ہیں۔ جب مالک کو سفر پر جانا ہے تو کیا کرے گا؟ وہ نوکر کو واضح احکام دے گا کہ اُسے کیا کیا کرنا ہے۔ مثلاً کہ باغیچے کو وقت پر پانی دینا ہے، کتے کو اِتنا کھانا ڈالنا ہے، بِل ادا کرنے ہیں وغیرہ۔ تصور کریں کہ یہی کام وہ اب اپنے بیٹے کو بتاتا ہے۔ وہ بیٹے سے بھی وہی باتیں کہے گا، مگر فرق کیا ہو گا؟ اگر بیٹے کے ساتھ اعتماد اور محبت کا رشتہ ہو تو اُس کی آواز اور لہجے میں فرق ہو گا۔ اُس کے ہاتھوں اور چہرے کے اشارے فرق ہوں گے۔ وہ اپنے بیٹے کو حکم نہیں دے گا بلکہ محبت سے نصیحت کرے گا۔ وہ جانتا ہے کہ میرا بیٹا میری ہدایات پر عمل کرے گا، کیونکہ جو کچھ میرا ہے وہ میرے بیٹے کا بھی ہے۔ اُسے اپنے بیٹے کی نگرانی کے لئے کسی کو مقرر کرنے کی ضرورت نہیں کہ دیکھے کہ کوئی غلط کام تو نہیں کر رہا ۔ یہ حیثیت ہے پکے عیسائی کی۔ وہ شریعت کے بندھنوں سے آزاد ہو کر دل سے خدا کی مرضی پر چلنا چاہتا ہے۔ اِس وجہ سے عیسائی نقطۂ نظر سے اِنجیل کے احکام کی منسوخی والی بات بے معنی ہے، کیونکہ الٰہی محبت کی دائمی شریعت کی منسوخی ہو ہی نہیں سکتی۔

ہمارے آقا المسیح نے ایک بار فرمایا،

کسی آدمی کے دو بیٹے تھے۔ اِن میں سے چھوٹے نے باپ سے کہا، 'اے باپ، میراث کا میرا حصہ دے دیں۔' اِس پر باپ نے دونوں میں اپنی ملکیت تقسیم کر دی۔ تھوڑے دنوں کے بعد چھوٹا بیٹا اپنا سارا سامان سمیٹ کر اپنے ساتھ کسی دُور دراز ملک میں لے گیا۔ وہاں اُس نے عیاشی میں اپنا پورا مال و متاع اُڑا دیا۔ سب کچھ ضائع ہو گیا تو اُس ملک میں سخت کال پڑا۔ اب وہ ضرورت مند ہونے لگا۔ نتیجے میں وہ اُس ملک کے کسی باشندے کے ہاں جا پڑا جس نے اُسے سؤروں کو چَرانے کے لئے اپنے کھیتوں میں بھیج دیا۔ وہاں وہ اپنا پیٹ اُن پھلیوں سے بھرنے کی شدید خواہش رکھتا تھا جو سؤر کھاتے تھے، لیکن اُسے اِس کی بھی اجازت نہ ملی۔ پھر وہ ہوش میں آیا۔ وہ کہنے لگا، 'میرے باپ کے کتنے مزدوروں کو کثرت سے کھانا ملتا ہے جبکہ مَیں یہاں بھوکا مر رہا ہوں۔ مَیں اُٹھ کر اپنے باپ کے پاس واپس چلا جاؤں گا اور اُس سے کہوں گا، 'اے باپ، مَیں نے آسمان کا اور آپ کا گناہ کیا ہے۔ اب مَیں اِس لائق نہیں رہا کہ آپ کا بیٹا کہلاؤں۔ مہربانی کر کے مجھے اپنے مزدوروں میں رکھ لیں۔' پھر وہ اُٹھ کر اپنے باپ کے پاس واپس چلا گیا۔

لیکن وہ گھر سے ابھی دُور ہی تھا کہ اُس کے باپ نے اُسے دیکھ لیا۔ اُسے ترس آیا اور وہ بھاگ کر بیٹے کے پاس آیا اور گلے لگا کر اُسے بوسہ دیا۔ بیٹے نے کہا، 'اے باپ، مَیں نے آسمان کا اور آپ کا گناہ کیا ہے۔ اب مَیں اِس لائق نہیں رہا کہ آپ کا بیٹا کہلاؤں۔' لیکن باپ نے اپنے نوکروں کو بُلایا اور کہا، 'جلدی کرو، بہترین سوٹ لا کر اِسے پہناؤ۔ اِس کے ہاتھ میں انگوٹھی اور پاؤں میں جوتے پہنا دو۔ پھر موٹا تازہ بچھڑا لا کر اُسے ذبح کرو تاکہ ہم

> کھائیں اور خوشی منائیں، کیونکہ یہ میرا بیٹا مُردہ تھا اب زندہ ہو گیا ہے، گم ہو گیا تھا اب مل گیا ہے۔' اِس پر وہ خوشی منانے لگے۔
> (لوقا 15:11-24)

یہ ہے عیسائی ایمان کا پیغام۔ پیغام یہ نہیں کہ کسی نئے یا بہتر مجموعۂ احکام کی پیروی کرو۔ یہ اُس آزادی اور خوشی کا پیغام ہے کہ خدا باپ نے مجھے قبول کر لیا اور اپنی باہوں میں لے لیا ہے۔ یہ ہے حقیقی آزادی۔ یہ ہے حقیقی تکمیلِ آرزو۔ کاش عزیز قاری کو بھی اِس کا تجربہ ہو!